فرزندِ ذبیحین ......ایک تحقیقی جائزہ

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

رسولِ اولین وآخرین ﷺ کا فرمانا یہ ہے کہ میں دوایسی ہستیوں کا فرزند بھی ہوں (۱) جنہوں نے اپنے وقت میں اللہ رب العزت کی خوشنودی ورضا کے لئے اور اپنے اپنے والد کے حکم کے سامنے سرتسلیم خم کردیا تھا، ان دونوں ہستیوں نے اپنے اپنے والد کے خواب کو حقیقت کا روپ دینے کے لئے، بلاچون وچرا، ان کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے ذبح ہونے کے لئے اپنی گردن جھکادی تھی، ان دوہستیوں میں سے ایک توسیدنا اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام ہیں جو تمام عدنانی عربوں کے جداعلی ہیں بلکہ قحطانی عربوں کے جداعلی بھی (۲) وہی ہیں، یوں گویا یمن میں آباد ہونے والے جنوب کے عرب ہوں یاشمال میں سرزمین حجاز کے عرب ہوں، سب کے سب سیدنا اسماعیل بن ابراہیم علیہ السلام، کی اولاد سے ہیں اوروہ گویا جدالعرب کلھم ہیں، ان کے والد سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے پلوٹھی کے فرزند عزیز اسماعیل علیہ السلام، کو اللہ تعالی کی رضا کے لئے قربان کررہے ہیں، نبی کا خواب بھی فیضان وحی اور حکم ربانی کے مترادف ہوتا ہے، اس لئے باپ نے جب بیٹے کو اپنا خواب سنایا تو بیٹے نے صبروشکر کے ساتھ سرتسلیم خم کردیا، اس لئے وہ ذبیح اللہ کہلائے۔

ایسی ہی دوسری ہستی عبدالمطلب کے گھرانے کے یکتائے روزگار ''حضرت عبداللہ،، ہیں، انہوں نے بھی وقت آنے پر اپنے والد گرامی حضرت عبدالمطلب، سلام اللہ علیہ، کے حکم کے سامنے سرتسلیم خم کردیا تھا اس لئے وہ بھی ذبیح اللہ کہلانے کے حقدار مانے گئے ہیں، البتہ یہ بات واضح ہے کہ ایک تو حضرت عبدالمطلب بلاشبہ اہل اللہ میں سے تو تھے مگروہ نبی یارسول نہیں تھے، پھر یہ بات بھی ہے کہ حضرت عبداللہ کو ذبح کے لئے پیش کرنا والد کے خواب کا نتیجہ نہیں تھا، بلکہ ایک مشکل وقت میں جب ان کے صرف ایک اکیلے فرزند مددگار اور معاون تھے اوروہ تھے حضرت الحارث بن عبدالمطلب جن کی معاونت سے والد نے اپنی مشکل توسرکرلی تھی مگراس موقع پر یہ خیال آیا تھا کہ کاش میرے بیٹے زیادہ ہوتے تو میری مشکل اور بھی آسانی سے سرہوجاتی پھر معاً یہ خیال آیا کہ اگر اللہ تعالی یہ تعداد دس کردے تو ان دس میں سے کسی ایک کو میں اللہ تعالی کی راہ میں قربان کردوں گا، قدرت نے ان کی تمنا پوری کردی اور نذر پوری کرنے کا موقع آ گیا تو

وقت محنت می بری زاللہ بو	چونکہ محنت رفت گوئی راہ کو

قرعہ اندازی ہوئی جس میں عبدالمطلب کے گھرانے کے ایک ہی "عبداللہ" کا نام نکل آیا، اس موقع پر حضرت عبداللہ نے بھی والد کی نذر کی تکمیل اور حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا تو سنت خلیل اللہ اور ذبیح اللہ علیہ السلام کی یاد تازہ ہوگئی اور حضرت عبداللہ بھی امت مسلمہ کی نظر میں ذبیح اللہ قرار پائے، رسول اللہ ﷺ کے جداعلیٰ سیدنا اسماعیل علیہ السلام تو بلاشبہ از روئے قرآن کریم ذبیح اللہ ہیں (۳) مگر رسول اللہ ﷺ کے والد گرامی سنت خلیل وذبیح اللہ کی یاد تازہ کرنے کے باعث ذبیح اللہ (اللہ کی راہ میں قربان ہونے والے) کہلانے کے حقدار قرار پائے اسی لئے یہ فرمان مصطفیٰ ﷺ، بالکل برحق ہے کہ "انا ابن الذبیحین"، (میں اللہ کی راہ میں قربان ہونے والی دو ہستیوں کا فرزند ہوں) یہ بھی ایک حسن اتفاق ہے جو قدرت خداوندی کا کرشمہ بھی ہے۔ (۴)

یہ تو ہے اجمال جس سے بات مبہم اور وضاحت کی محتاج رہتی ہے، چونکہ اس بات کا تعلق حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے مفاخرت ومباہات سے ہے اور اس کا تعلق ان کے والد گرامی حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کے شرف وامتیاز سے بھی ہے اس لئے اس داستان حنیفیت کی کچھ توضیح وتشریح کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے! اسی ضمن میں کچھ سوالات ہیں جن کے مفصل اور تسلی بخش جوابات سے ہی اس ابہام کی وضاحت اور اس اجمال کی تفصیل بھی وابستہ ہے۔

پہلا سوال یہ ہے کہ کیا حضرت عبدالمطلب کا نذر ماننا معتبر کتب تراجم، سیرت اور تاریخ سے ثابت ہے اور یہ بھی کہ نذر ماننے کا پس منظر کیا تھا؟

تقریباً تمام معتبر اور مسلم کتب سیرت، تاریخ اسلام اور تراجم رجال میں حضرت عبدالمطلب بن ہاشم کی اس نذر کا ذکر ہے، انہوں نے ایک مشکل وقت میں اپنے ایک خواب کو حقیقت کا روپ دینے کے لیے قریش مکہ کے تمام لوگوں سے مدد مانگی تھی مگر اول تو کوئی ان کے خواب کو ماننے کے لئے تیار نہ ہوا اور اکثر نے اسے خواب پریشان قرار دیا اس لئے سوائے ان کے بڑے، اور اس وقت اکلوتے بیٹے کے، کسی نے بھی ان کی مدد نہ کی، اس لئے انہوں نے حسرت بھری دعا کے ساتھ یہ نذر مانی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دس (یا بارہ) بیٹے عطا فرمائے تو میں ان میں سے کسی ایک کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کروں گا، ایک مدت کے بعد جب ان کی یہ منت پوری ہوگئی تو انہوں نے سنت ابراہیمی کو تازہ کرنے کے لئے ایک بیٹے کو قربان کرنے کا فیصلہ کیا، لکھا ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور انہیں اپنی نذر سے آگاہ کیا

مصیبت کے وقت تو اللہ کا پتہ لگا لیتا ہے، جب وہ ختم ہوئی تو کہتا ہے راستہ کدھر ہے

توسب نے یک زبان ہوکر سر تسلیم خم کر دیا اور فیصلہ اپنے والد پر چھوڑ دیا کہ جسے وہ چاہیں اپنے رب کی خوشنودی کے لئے ذبح کر دیں! والد کے لئے یہ بھی ایک امتحان تھا، دانا و بینا باپ میں بھی یہ ہمت نہ تھی کہ وہ ایک سے ایک کڑیل جوان کو خود پکڑ کر اس کے گلے پر چھری پھیر دیں، اس لئے معاملہ تقدیر خداوندی کے سپرو کرتے ہوئے قرعہ اندازی کا حکم دیا اور قرعہ فال عبدالمطلب کے گھرانے کے یکتائے روزگار بیٹے عبداللہ کے نام کا نکلا!

اس کا پس منظر یہ ہے کہ چاہ زم زم، جونتیجہ تھا جبرائیل امین علیہ السلام، کے پر مارنے کا، جس سے اللہ تعالی کے حکم سے انہوں نے اپنے پر مبارک سے زمین کا سینہ چیر کر بیت اللہ کے جوار میں پیاس سے بلکتے اور زمین پر ایڑیاں رگڑتے ہوئے ننھے اسماعیل علیہ السلام، کے لئے پانی فراہم کر دیا، وہی چاہ زم زم جو اشرار بنی آدم کے جرائم اور انسانیت دشمنی کے شیطانی ہتھکنڈوں کے سبب نیست ونابود ہو چکا تھا، لوگوں کی زبانوں پر صرف چاہ زم زم کا نام باقی رہ گیا تھا مگر اصل محل وقوع بھی کسی کو معلوم نہ تھا، لوگوں نے اپنے اپنے اندازہ سے بیت اللہ کے آس پاس کنویں کھودنے کی کوششیں کی تھیں مگر کسی کنویں سے آب زم زم نہ نکل سکا تھا، ہر کنویں کا پانی ایسا ہی کھاری اور کڑوا نکلتا تھا، جیسے آج بھی مکہ مکرمہ کے مختلف کونوں کھدروں میں، آس پاس کے لوگ کنویں تو لگاتے ہیں مگر کہیں سے بھی ''آب زم زم،، نہیں میسر آتا، اس لئے لوگ کل کی طرح آج بھی اپنے ان کنوں کو پاٹ دیتے ہیں! (تاریخ بعض ایسے نخرےیلے ملحدین کے نام بھی بتاتی ہے جو مقدس ومطہر صحت مند آب زم زم سے محض اس لئے ناک بھویں چڑھاتے تھے کہ اس سے بنو اسماعیل اور بنو ہاشم کے تقدس اور عظمت کی بو آتی ہے، ایسا ہی ایک اموی جرنیل اور گورنر خالد بن عبداللہ قسری (۵) بھی ہوا ہے، ایک اور اموی جرنیل اور گورنر حجاج بن یوسف نے پر امن بیت اللہ میں پناہ لینے والے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے لئے بیت اللہ شریف پر منجنیق سے بمباری کرنے کا بھی حکم دیا تھا)

زمانہ قدیم سے اور خصوصا قصی بن کلاب بن مرہ کے زمانہ کے بعد سے، قریش مکہ بیت اللہ شریف کی زیارت کے لئے آنے والوں کو اللہ کے مہمان سمجھ کر کھانے پینے کا سامان فراہم کیا کرتے تھے، لیکن زم زم کے مفقود ہو جانے کے باعث اچھا پانی فراہم کرنا بہت بڑا مسئلہ تھا، سقایت، رفاوت یعنی پانی مہیا کرنے اور کھانا کھلانے کی ذمہ داری لینا، جب رسول اللہ ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب بن ہاشم کے کندھوں

پرآن پڑی تو انہیں بڑی فکر ہوئی، ان کی تمنا تھی اور اکثر دعا فرماتے تھے کہ اللہ تعالی کسی طرح آب زم زم تک رسائی آسان فرمادے، قدرت خداوندی بھی دیکھ رہی تھی کہ اب عبد المطلب کے گھرانے میں ایک ہی عبداللہ کو بھی ''ذبیح اللہ،، کے مرتبہ پر فائز کرنے کا وقت آگیا ہے تاکہ عبدہ بن عبداللہ ملت ابراھیمی کے احیاء کے ساتھ ساتھ توحید ربانی کا غلغہ بھی بلند فرمادیں اور بت پرستی پر آخری اور فیصلہ کن ضرب مؤمن سے اللہ تعالی کی کبریائی اور توحید خالص کا ڈنکا بھی بجادیں، چنانچہ سوتے میں حضرت عبدالمطلب نے اشارہ پاکر چاہ زم زم کھودنے کا عزم کیا تو قریش کے سرداروں نے تمسخر اڑانا شروع کردیا اور سب نے کہا کہ اس خواب پریشان کا کوئی نتیجہ نہیں نکلنے والا! اس لئے تو جان اور تیرا خواب! ہمیں معاف رکھ! اب عبدالمطلب کا ساتھ دینے والا صرف ان کا اکلوتا بیٹا الحارث رہ گیا تھا، تب حضرت عبدالمطلب کو یہ خیال آیا کہ آج اگر حارث کے ساتھ میرے اور بیٹے بھی ہوتے تو کسی کی محتاجی نہ رہتی! اس موقع پر انہوں نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالی مجھے دس بیٹے عطا فرمائیں تو میں ان میں سے کسی ایک کو اس کی راہ میں قربان کردوں گا!(٦)

دوسرا سوال یہ ہے کہ ایک بیٹے کی قربانی دینے کا خیال حضرت عبدالمطلب کے ذہن میں کیوں اور کیسے پیدا ہوا؟

اللہ جل جلالہ تو قربانی یا دوسری مالی وبدنی عبادات سے مستغنی و بے نیاز ہیں، بلکہ وہ ذات پاک تو جانوروں کی قربانی سے بھی بے نیاز ہے، وہ تو صرف انسان کے دلی جذبہ، تقوی اور نیت کے خلوص کو پسند فرماتا ہے(۷)، مگر یہ تو ابن آدم ہے جو اللہ تعالی کا تقرب ڈھونڈتا رہتا ہے اور اس کی رضا وخوشنودی کا طلبگار رہتا ہے اور اس تقرب ورضا کے وسائل میں، ایک وسیلہ قربانی بھی ہے، مگر اللہ جل شانہ نے کسی نبی، کسی ولی اور اپنے کسی محبّ کو انسانی قربانی کا موقع کبھی نہیں دیا، یہ تو صرف اولاد آدم ہے جو نہ صرف اللہ تعالی کے نام پر بلکہ بتوں کے نام پر بھی انسانوں کی قربانی کو قابل فخر سمجھتی رہی ہے، اسی لئے دیگر اقوام کی طرح سامی اقوام میں بھی انسانی جان کی قربانی کا رواج رہا ہے، پلوٹھی کے بیٹے کی قربانی سامی اقوام کی ایک ریت اور روایت رہی ہے، حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے خواب کو وحی اور حکم ربانی سمجھتے ہوئے اپنے سب سے بڑے پلوٹھی کے بیٹے حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام، کو جب قربانی کے لئے لٹادیا تو اللہ تعالی نے بیٹے کی گردن پر چھری چلانے سے منع فرمادیا اور دلوں کے بھید جاننے والے

علیم وبصیر نے فرمادیا کہ میں نے تم باپ بیٹے دونوں کی نیت کو دیکھ لیا ہے، اب اس کی جگہ ایک دنبہ ذبح کردیجئے وہی کافی ہے! یہی سامی روایت اور سنت ابراہیمی حضرت عبدالمطلب کے پیش نظر تھی اور وہ اسی کی یاد تازہ کرنا چاہتے تھے۔

تیسرا اور اہم بلکہ موزوں ترین اور بنیادی سوال یہ ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب کے اس خواب سے اور پھر ان کی اس نذر سے سنت ابراہیمی کی یاد تازہ ہورہی ہے تو اس سنت میں حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے دوفرزندوں۔سیدنا اسماعیل اور سیدنا اسحاق علیہ السلام۔میں سے کس کو اس سنت میں شریک سمجھا جائے یا دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ ان دونوں میں سے ''ذبیح اللہ،، ہونے کا تاج کس کے سر سجتا ہے یعنی والد کے حکم پر اللہ تعالی کی رضا اور خوشنودی کے لئے اپنی گردن پیش کرنے کا شرف کس کو حاصل ہے؟

اس میں شک نہیں کہ اس ضمن میں تاریخی روایات اور آراء میں اختلاف موجود رہا ہے، یہ اختلاف علمائے اہل کتاب۔یہود ونصاری۔اور مسلمانوں کے درمیان بھی ہے یعنی ایک مسلمانوں کا موقف ہے (اور اس موقف کے حق میں بہت قوی اور قطعی دلائل بھی موجود ہیں، جیسا کہ ہم بھی دیکھیں گے) کہ یہ شرف سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو ہی حاصل ہے، جبکہ یہودی اور مسیحی علماء کا دعوی یہ ہے کہ ''ذبیح اللہ،، حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں، یہود کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تو ایک لونڈی (حضرت ہاجرہ یا ہاجر) کی اولاد ہیں اس لئے وہ اس شرف کے مستحق ہی نہیں ہوسکتے جبکہ حضرت اسحاق علیہ السلام سارہ کے بطن سے ہیں جو ایک شہزادی تھی، ان کی دوسری دلیل تورات ہے جس کی عبارت میں تحریف ہوچکی ہے اور اسحاق علیہ السلام کی قربانی کی جو کہانی تورات سے ماخوذ ہے وہ کافی حد تک بچگانہ اور مضحکہ خیز بھی لگتی ہے!(۸)

قطع نظر اس کے کہ اہل اسلام میں سے بعض کی رائے میں یا تو یہ شرف صرف اسحاق کو حاصل ہے جبکہ بعض کی رائے یہ ہے کہ دونوں۔حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق۔ذبیح اللہ ہیں، ایک کے ساتھ تو یہ واقعہ سرزمین حجاز میں پیش آیا جبکہ دوسرے۔حضرت اسحاق کو۔قربانی کے لئے کہیں سرزمین شام یا فلسطین میں پیش کیا گیا ہوگا، تاہم یہ آراء معتبر مصادر (۹) میں نہیں آئیں اس کے برعکس مسلمان اہل علم کے نزدیک ذبیح اللہ ہونے کا شرف صرف سیدنا اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام، کے حصے میں ہی آتا ہے اور ان کے دلائل یہ ہیں:

قرب نے بالا نہ پستی رفتن است　　قرب حق از حبس ہستی رستن است

(۱) سامی اقوام میں قربانی کا مستحق ہمیشہ سب سے بڑا اور پلوٹھی کا بیٹا ہوتا تھا، اور اسماعیل علیہ السلام، سب سے بڑے بھی ہیں اور پلوٹھی کے بیٹے بھی ہیں۔

(۲) یہ کہنا درست نہیں کہ حضرت ہاجرہ علیہ السلام، لونڈی تھیں، وہ دراصل مصر کے شاہی خاندان سے تھیں اور بادشاہ نے انہیں خدمت کے لئے حضرت سارہ کے سپرد کر دیا تھا، خادمہ تھیں اور وہ بھی حضرت سارہ کی، خادمہ کو لونڈی کہنا درست ہی نہیں!

(۳) بالفرض اگر حضرت اسماعیل علیہ السلام ایک لونڈی کی اولاد تھے بھی تو یہ بات ان کے قربانی کے لئے پیش کئے جانے اور ذبیح اللہ ہونے کا شرف پانے میں رکاوٹ نہیں بن سکتی کیونکہ سامی اقوام سمیت دنیا بھر کی دیگر اقوام میں بھی قربان ہونے کے لئے اور باپ کا وارث بننے کے لئے لونڈی کے پیٹ سے ہونا کوئی مانع یا رکاوٹ نہیں تھی، روم دفارس کے تو کتنے ہی شہنشاہ تھے جو لونڈیوں کی اولاد ہوئے ہیں، تو نبی کی اولاد خواہ لونڈی کے بطن سے ہی کیوں نہ ہو، اس کی قربانی کا اہل ہونے میں رکاوٹ کیسے ہو سکتی ہے!

(۴) یہودی ایک نسل پرست قوم ہیں جو برصغیر کے برہمن کی طرح نسلی غرور کا شکار ہیں، وہ تو آج بھی خود کو چنی ہوئی قوم قرار دیتے ہیں مگر عربوں کو لونڈی کی اولاد گردانتے ہیں! یہ رنگ ونسل پرستی باطل اور قابل مذمت روش ہے، یہودی تو ازراہ حقارت اسلام کو بھی ہاجرہ ازم (hagarianism) قرار دیتے ہیں!

(۵) ہمارے نزدیک اس دعوے کی سب سے بڑی اور ناقابل شکست دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب عزیز قرآن کریم صراحت کے ساتھ سیدنا اسماعیل علیہ السلام، کو ذبیح اللہ قرار دیتا ہے بلکہ حضرت اسحاق سے بڑا ہونے کا بھی بصراحت اعلان کرتا (۱۰) ہے۔

(۶) جس تسلسل وتواتر سے اہل عرب نے اور پھر اسلام کے بعد پوری امت مسلمہ نے سنت ذبیح اللہ کو زندہ رکھا ہوا ہے اور یہودیوں کو تو حضرت اسحاق علیہ السلام کی قربانی کا خواب بھی کبھی نہیں آیا، اس سے سچ اور جھوٹ کا واضح ہونا بھی کچھ مشکل نہیں ہے۔

لیکن ان اختصارات سے بات کھل کر واضح نہیں ہوتی اور ایک گونا ابہام باقی رہتا ہے اس لئے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام، کا پورا قصہ ہمارے سامنے ہوتا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ''ذبیح اللہ،، ہونے کے استحقاق کی یقینی حیثیت بھی مسلّم ہو جائے لیکن ہم نہ تو انبیائے کرام کے درمیان تفریق کے قائل ہیں اور نہ کسی کی عظمت یا شان میں کمی کی گستاخی کو روا رکھتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ہر نبی

قرب کے لئے اوپر یا نیچے جانا نہیں ہے، اللہ کا قرب وجود کی قید سے چھوٹنا ہے۔

احترام کے ساتھ ساتھ اطاعت کا بھی حقدار ہوتا ہے، ہم نہ تو حضرت اسحاق علیہ السلام، کے ذبیح اللہ ہونے کا انکار کر کے ان کی تنقیص گوارا کر سکتے ہیں اور نہ کسی کا دل دکھانے کی جسارت کے قائل ہیں، اسی طرح سیدنا اسماعیل علیہ السلام، اگر حقیقت واقعی کے طور پر ذبیح اللہ ثابت ہوتے ہیں تو انہیں مان کر کسی کو نیچا بھی نہیں دکھانا چاہتے، سچائی ہر حال میں سچائی ہے، نہ چھپ سکتی ہے نہ مٹ سکتی ہے، یہ تو ایک علمی بحث ہے جس کی اساس صرف دلیل اور ثبوت پر موقوف ہوتی ہے، اس لئے ہماری اس علمی گفتگو کا مقصد صرف حقیقت شناسی اور حق رسی ہے اور وہ بھی قرآن کریم اور دیگر معتبر اور مسلم مآخذ و مصادر کی بنیاد پر ہوگا۔

قرآن کریم میں قصہ موسیٰ علیہ السلام کی طرح قصہ ابراہیم علیہ السلام بھی مفصل، مدلل اور تکرار و تنوع کا رنگ لئے ہوئے ہے، اپنے والد اور اپنی قوم کے لوگوں کے ساتھ حضرت ابراہیم کا مکالمہ، نمرود سے مباحثہ اور نار نمرود کے گلزار بن جانے اور اس سے نجات پا کر اپنے وطن سے ہجرت تک کے واقعات کو ہم نہیں چھیڑیں گے، بس صرف حضرت سارہ سے شادی کے بعد سے لے کر تعمیر کعبہ اور قربانی تک کا سفر ابراہیمی زندگی ہمارے زیر نظر ہوگا مگر وہ بھی ممکن حد تک اختصار کے ساتھ۔

یہاں یہ بات ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ قصہ ابراہیم کے ضمن میں اسلامی مصادر اور تورات کے بیان میں تضاد پایا جاتا ہے بلکہ تورات کے داخلی بیانات بھی باہمی تصادم اور تضاد کا شکار ہیں، مثلاً حضرت سارہ پر دست درازی کرنے والا بادشاہ فرعون مصر تھا یا ملک جار (جارڈن؟) کا ابی ملک نامی بادشاہ تھا؟ حضرت ہاجرہ کا تعلق مصر سے تھا یا ملک جار سے؟ اور ہاجرہ اگر لونڈی تھیں تو وہ فرعون کی ملکیت تھیں یا ملک جارڈن کے ابی ملک کی (۱۱)؟ بہرحال تورات تورات ہے اسے کوئی کیا کہے اور کیسے کہے؟ تورات کی رو سے تو حضرت اسحاق کی قربانی بھی بیرسبع کے پاس کسی پہاڑ پر دی جا رہی ہے اور حضرت ہاجرہ بھی اسی بیرسبع کے آس پاس (معاذاللہ!) آوارہ (غالباً ماری ماری زیادہ مناسب ہوتا) پھر رہی ہیں اور ان کا فرزند، اسماعیل علیہ السلام، جو توراتی بیان کے مطابق کچھ دیر پہلے اپنی سوتیلی ماں حضرت سارہ اور ان کے بیٹے کو دیکھ کر ''ٹھٹھے مارتا تھا،، اسی سانس میں بتایا جا رہا ہے کہ ماں نے اسے بھوکا پیاسا ایک درخت کے نیچے ڈال رکھا ہے اور چند سطر بعد ہی ماں بیٹے کا نقشہ، لگتا ہے کسی بے ادب اور متعصب یہودی کی زبان میں، یوں کھینچا جاتا ہے (۱۲):

''تب ابرام نے صبح سویرے اٹھ کر روٹی اور پانی کی مشک لی اور اسے ہاجرہ کو دیا بلکہ اس کے کندھے پر دھر

دیا اور لڑکے کو بھی اس کے حوالے کر کے اسے رخصت کر دیا، سو وہ چلی گئی اور بیر سبع کے بیابان میں آوارہ پھرنے لگی اور جب مشک کا پانی ختم ہو گیا تو اس نے لڑکے کو جھاڑی کے نیچے ڈال دیا اور آپ اس کے مقابل ایک تیر کے ٹپے پر دور جا بیٹھی اور کہنے لگی کہ میں اس لڑکے کا مرنا تو نہ دیکھوں، سو وہ اس کے مقابل بیٹھ گئی اور چلا چلا کر رونے لگی، اور خدا نے اس لڑکے کی آواز سنی اور خدا کے فرشتہ نے آسمان سے ہاجرہ کو پکارا اور اس سے کہا: اے ہاجرہ تجھ کو کیا ہوا؟ مت ڈر کیونکہ خدا نے اس جگہ سے جہاں لڑکا پڑا ہے اس کی آواز سن لی ہے۔ اٹھ اور لڑکے کو اٹھا اور اسے اپنے ہاتھ سے سنبھال کیونکہ میں اس کو ایک بڑی قوم بناؤں گا، پھر خدا نے اس کی آنکھیں کھولیں اور اس نے پانی کا ایک کنواں دیکھا اور جا کر مشک کو پانی سے بھر لیا اور لڑکے کو پلایا، اور خدا اس لڑکے کے ساتھ تھا اور وہ بڑا ہوا اور بیابان میں رہنے لگا اور تیر انداز بنا اور وہ فاران کے بیابان میں رہتا تھا اور اس کی ماں نے ملک مصر سے اس کے لئے بیوی لی،،۔

پھر اس کے فورا بعد حضرت اسحاق کی سوختنی قربانی (یعنی ایندھن پر ڈال کر ذبح کرنا پھر آگ لگا دینا) کا بیان شروع ہو جاتا ہے، ایندھن کا گٹھا باپ (ابراہیم علیہ السلام) نے معصوم بچے پر لادا ہوا ہے اور خود ان کے اپنے ہاتھ میں آگ اور چھری ہے، معصوم بچہ اس سارے منظر سے خوف زدہ ہو کر باپ سے سوال کرتا ہے: (۱۳)۔

''اضحاق نے اپنے باپ ابرام سے کہا اے باپ! اس نے جواب دیا کہ اے میرے بیٹے میں حاضر ہوں! اس نے کہا: دیکھ آگ اور لکڑیاں تو ہیں پر سوختنی قربانی کے لئے برہ کہاں ہے؟،،

تو گویا بچے کو یا تو پتہ ہی نہیں کہ باپ اس کی قربانی دینے جا رہا ہے اور یا بچے کو تسلی دی گئی ہے کہ قربانی تو مینڈھے کی ہوگی، مگر پھر بھی بچہ ڈر جاتا ہے کہ معاذ اللہ باپ اس سے دھوکہ تو نہیں کر رہا؟ تسلی کے لئے پوچھ رہا ہے کہ باقی سامان تو ہے مگر برہ یا مینڈھا تو ہے ہی نہیں کہیں میری ہی قربانی تو نہیں ہونے جا رہی ؟(۱۴)

کتاب مقدس (بائبل) کے باب پیدائش سے اردو ترجمہ (یہ اردو ترجمے ہر ایڈیشن پر بدلتے رہتے ہیں) خصوصی اہتمام کے ساتھ یہ دو مکمل عبارات یہاں (خلاف معمول) اس لئے پیش کی گئی ہیں تاکہ محترم قارئین اس تضاد اور اختلاف سے آگاہ ہو جائیں جو خود تورات کے اندر بھی پایا جاتا ہے اور تورات اور اسلامی مصادر کے درمیان میں بھی موجود ہے بلکہ بڑی شد و مد کے ساتھ موجود ہے، نیز یہ اندازہ

جوا[illegible] کے سامنے سر رکھ دے وہی بادشاہ ہے۔ خاکی دنیا کے علاوہ وہ سینکڑوں سلطنتیں عطا کر دیتا ہے

ہو جائے کہ اہل کتاب کے مصادر اور اہل اسلام کے مصادر کا ثقاہت و اعتبار کے نقطہ نظر سے مقام کیا ہے!

اسلامی مصادر کی رو سے آتش نمرود سے نجات اور حضرت سارہ کی معیت میں خلیل اللہ علیہ السلام کی داستان سفر کا خلاصہ (۱۵) یہ ہے کہ بادشاہ نے حضرت سارہ کی کرامت اور اللہ تعالی کے نبی کی عظمت کو دیکھتے ہوئے بادشاہ کی طرف سے حضرت ہاجرہ کی صورت میں حضرت سارہ کے لئے جو خادمہ میسر آئی تھیں وہ انہوں نے اپنے بے اولاد شوہر کے نکاح میں دے دی تھیں، جب ہاجرہ کے ہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام، پیدا ہوئے تو حضرت سارہ کی نسوانیت جاگ اٹھی اور سوتن کے جلاپے نے جس طرح ہاجرہ کو ابراہیم علیہ السلام کے نکاح میں دینے کا حکم دیا تھا اسی طرح ماں بیٹے کو اپنے سے دور کر دینے کا حکم بھی دے دیا، اللہ تعالی نے سارہ کی دلجوئی کو لازم قرار دیتے ہوئے ننھے اسماعیل علیہ السلام، اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ کو کوہ فاران کی وادی بطحاء میں اپنے گھر کے پڑوس میں لابسانے کا حکم دے (۱۶) دیا! خلیل اللہ علیہ السلام، نے اس حکم ربانی کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے پلوٹھی کے اکلوتے بیٹے اور اس کی والدہ کو بے آب وگیاہ علاقے (وادی غیر ذی زرع) میں بیت اللہ کے پڑوس میں لا بسایا اور انہیں چھوڑ کر چپ چاپ چل دیئے کہ مبادا بات چیت میں بیوی اور بیٹے کی محبت غالب آ جائے اور حکم ربانی کی تعمیل میں خلل آ جائے، پانی کا ایک مشکیزہ اور کچھ خوراک کا تھیلا دے کر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام جانے لگے تو وفا شعار بیوی اور اللہ تعالی کی محبوب بندی نے تیزی سے منہ موڑنے والے دوسری طرف جاتے ہوئے اپنے شوہر اور اللہ کے نبی سے صرف اتنا پوچھا کہ ابراہیم! یہ تو بتا دیجئے کہ یہاں آپ ہمیں اللہ کے حکم سے چھوڑ رہے ہیں یا کوئی اور وجہ ہے؟ شوہر کی زبان سے یہ سن کر کہ اللہ تعالی کا حکم یہی ہے! حوصلہ مند سچی مؤمنہ ہاجرہ نے کہا: تو پھر ہمیں کوئی ڈر نہیں! خیر الرازقین ذات باری تعالی کی رضا کے لئے جو ہونا ہے وہ ہو جائے! وہ خود ہی ہمارا تحفظ فرمائے گا!

پانی اور زاد راہ ختم ہو گئی تو ننھے اسماعیل بھوک اور پیاس سے بلکنے لگے چنانچہ بچے کو کوہ صفا اور مروہ کے درمیان لٹا کر ہاجرہ اونچی جگہ سے آتے جاتے مسافروں کو دیکھنے کے لئے کبھی کوہ صفا اور کبھی کوہ مروہ پر جانے لگیں، درمیان میں آ کر بچے کو روتا بلکتا دیکھتیں تو رفتار تیز ہو جاتی! اللہ رب العزت کو اپنی اس بندی کی یہ ادا بہت پسند آئی اور ان کی اس دوڑ کو مناسک حج میں بطور سعی شامل کر کے اسے غیر فانی بنا دیا (۱۷)!

مارمیت اذ رمیت،، خواندہٗ لیک جسمی در تحری ماندہ

ساتویں چکر میں بچے کے قریب سے گذریں تو دیکھا کہ اسماعیل کے پاؤں کے نیچے سے پانی کا چشمہ پھوٹ رہا تھا، جلدی جلدی مشکیزہ بھرا پھر بہتے پانی سے مخاطب ہوئیں اور کہا کہ: ''زم زم،،! یعنی رک رک (کیا عجب کہ عبرانی یا قبطی زبان کا یہ لفظ بھی برصغیر کی آریائی زبانوں۔ پنجابی وغیرہ۔ کے لفظ جم جم یعنی رک رک کی ہی ایک شکل ہو؟!)

جس طرح آب زم زم یعنی زم زم کا پانی ایک انوکھا پانی ہے اسی طرح چاہ زم زم یعنی زم زم کا کنواں بھی ایک انوکھا کنواں ہے، کہنے کو تو یہ کنواں ہے مگر نہ تو اس علاقے میں کھودے جانے والے کنووں کی طرح گہرا ہے اور نہ اس میں آنے والا پانی عام کنوؤں کے پانی کی طرح ہے، اس کا پانی بہت نزدیک سے بھی ہے مگر کنویں میں اتریں تو مختلف سمتوں سے ابلتا اور فراٹے مارتا ہوا پانی اس قدر زور سے آتا ہے کہ آدمی کے پاؤں نیچے نہیں لگنے دیتا بلکہ اٹھا لینے یا بہالے جانے والا پانی لگتا ہے گویا اس کا پانی زوردار انداز میں ابلنے والے چشمے کا پانی لگتا ہے، اسی لئے تو لوگ اسے چشمۂ زم زم بھی کہتے ہیں گویا یہ چشمہ نما کنواں یا کنواں نما چشمہ ہے! یہاں سے یہ فرمان نبوی، علی صاحبہ الصلاۃ والسلام، بھی ہماری سمجھ میں آجانا چاہیے جس میں آیا ہے کہ اگر وہ اللہ تعالی کی نیک بندی اپنے ہاتھوں سے اور اپنی زبان سے اس چشمۂ خیر کو زم زم (رک رک) کہہ کر نہ روکتیں تو یہ سیل آب بن کر بہہ جاتا! سو گویا یہ چشمۂ آب پھل ہے ضرب ملکوتی وپیغمبری اور دست اولیائی کا (۱۸)!

یہ چشمہ خیر کیسے وجود میں آیا؟ ایک نبی ابن نبی کی ایڑی کی چوٹ یا جبرئیل امین علیہ السلام، کے ملکوتی پر کے اشارے سے؟! دونوں باتیں صحت کے مرحلے کو پہنچتی ہیں مگر یہ بات یقینی ہے کہ یہ جو کچھ بھی ہوا قضائے ربانی اور امر کن فیکون کا ثمر ہے اور یہ چشمہ ہوتے ہوئے بھی کنواں ہے اور کنواں ہونے کے باوجود ایک چشمہ رواں بھی ہے، یہ نتیجہ ہے اللہ تعالی کی ایک ولیہ کاملہ اور نبی کی بیوی اور نبی کی ماں کی آرزو بھری دعا کا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ چشمہ نشان ابدی ہے حضرت عبدہ، بن عبداللہ ﷺ کی جدۂ کریمہ حضرت ہاجرہ ،سلام اللہ علیہا، کا، اور بعد میں عبدالمطلب کی از سر نو دریافت کا یہ نشان ابدی ہے، تو گویا یہ زم زم، ان تینوں ۔ہاجرہ، اسماعیل اور عبدالمطلب۔ کی عظمت کا نشان ابدی ہے جو، کل بھی تھا، آج بھی ہے اور کل بھی رہے گا جسے دنیا دیکھتی رہے گی اور اس سے فیضیاب وسیراب بھی ہوتی رہے گی!

زم زم کا خوشگوار، صحتمند اور قوت بخش پانی، جو بیک وقت پیاس بھی بجھاتا ہے، بھوک بھی مٹاتا ہے

تو نے نہیں پھینکا جب کہ پھینکا تو نے پڑھا ہے، لیکن تو ایک جسم ہے اٹکل میں پھنسا رہ گیا ہے

اورامراض سے شفا کا باعث بھی ہے، گویا یہ غذا بھی ہے، دوا بھی! مگر یہ پانی ہے کیا؟ کہاں سے آتا ہے اور کیسے آتا ہے؟ اس بارے میں علم اور سائنس کی دنیا دم بخود اور محوِ حیرت ہے! ماہرین کی یہ حیرت واستعجاب کل بھی تھا، آج بھی ہے اور کل بھی رہے گا! کیونکہ یہ پانی جس کثرت سے استعمال ہوتا ہے اور پھر جس بہتات کے ساتھ موجود رہتا ہے مگر نہ اس کی روانی میں فرق آتا ہے نہ رنگ بدلتا ہے اور نہ ذائقہ تبدیل ہوتا ہے، حرمین شریفین کے سب باشندے، ہر سال عمرہ کرنے والے اور حج بیت اللہ کا شرف حاصل کرنے والے لاکھوں انسان اسے پیتے ہیں، بھر بھر کر ساتھ بھی لے جاتے ہیں، نہ پینے والے سیر ہوتے ہیں نہ ان کے شوق اور ذوق میں فرق آتا ہے، کوئی اکتاہٹ نہیں، کوئی گھبراہٹ نہیں، پینے کے لئے سب بیقرار بھر کر لے جانے کے لئے سب تیار! یہ صرف پانی ہی نہیں کچھ اور بھی ہے!!

لیکن اس زم زم کی داستان شیریں وخوشگوار یہاں ختم نہیں ہوتی، اس کے جغرافیہ اور تاریخ کا احاطہ ناممکن ہے، ہاں ذبیح اللہ علیہ السلام کی باتیں سننے والی ہیں، زم زم کا چشمہ وادی بطحاء کے قرب وجوار میں بسنے والے قدیم عربوں (عرب عاربہ، طسم وجدیس اور عمالیق کی باقیات)، پرندوں اور چرندوں کے لئے ایک خوشخبری اور پیغام حیات تھا، عمالیق، قبیلہ جرہم اور پھر قبیلہ خزاعہ کے لوگ بھی سیدنا اسماعیل اور ان کی والدہ ماجدہ کی اجازت سے اور پھر اپنی مرضی سے یہاں آتے اور آباد ہوتے رہے مگر انہی کے فساد اور بگاڑ بلکہ باہمی جنگ وجدال اور اکھاڑ پچھاڑ سے ہی شیطانی ذہنوں نے اس وادی کو ویران بھی کیا اور زم زم کو بھی بدنیت اور انسانیت دشمنوں نے پاٹ کر ہمرنگ زمین کر دیا اور مدتوں تک وادی بطحاء کے پیاسے زم زم! پکارتے پھرے مگر اسے پانے میں انسانوں کی نسلیں صدیوں تک ترستی اور اسے ڈھونڈتی ہی رہیں مگر دوبارہ یہ انہیں کو مل سکا جن کا مقدر تھا! لیکن تھوڑی دیر کے لئے اس داستان شیریں کو اٹھا رکھتے ہیں اور چند لمحات کے لئے صاحب زم زم سیدنا ذبیح اللہ کی سچی کہانی کو صرف قرآن کریم کی مدد سے مکمل کرتے ہیں!

قرآن کریم نے یہ بھی بتایا ہے کہ خلیل اللہ علیہ السلام، نے اپنے اہل وعیال کو اس بے آب وگیاہ وادی میں آباد کرتے وقت اپنی ذریت، وادی بطحاء اور اہل بطحا کے علاوہ تمام انسانیت کے لئے دعائیں مانگیں (۱۹)، پھر اپنے فرزند ارجمند اسماعیل ذبیح اللہ کے ساتھ مل کر بیت اللہ کی ازسرنو تعمیر کی اور پھر انسانیت کو دعوت حج (۲۰) دی، اور آج جو دنیا کے کونے کونے سے خلق خدا احرام باندھے زبان

ہر کجا آب رواں غنچہ بود	ہر کجا اشک رواں رحمت بود

سے لبیک اللھم لبیک پکارتے ہوئے وادی بطحا اور میدان عرفات میں پہنچتے دکھائی دیتے ہیں یہ دراصل اسی دعوت اور اذان ابراہیمی کا جواب ہے، کتاب اللہ نے بڑی وضاحت اور جامعیت کے ساتھ نہ صرف اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام، کی قربانی کو مسلسل اور مفصل بیان کیا ہے بلکہ ''اصل ذبیح،، کی نشاندہی کرکے اور بڑے اور پلوٹھی کے بیٹے کے سلسلے میں بھی کوئی ابہام یا اشتباہ نہیں چھوڑا، ارشاد ربانی کا اردو ترجمہ یوں (۲۱) ہے:

''ابراہیم نے کہا: اے میرے رب! مجھے ایسی اولاد عطا فرما جو صالحین میں سے ہو، چنانچہ ہم نے اسے (ابراہیم علیہ السلام کو) ایک ایسے بیٹے کی خوشخبری سنادی جو بردبار اور تحمل مزاج ہوگا، سو جب وہی بیٹا (اسماعیل علیہ السلام) اس کے ساتھ دوڑ دھوپ کرنے کی عمر کو پہنچا تو باپ نے بیٹے سے کہا: بیٹا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے (اللہ کی راہ میں) ذبح کرتا ہوں، سو اب تو دیکھ کہ تیری کیا رائے ہے؟! بیٹے نے باپ سے کہا کہ اے میرے باپ! آپ کو جو رب کا حکم ملا ہے اسے پورا کر ڈالئے ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ چنانچہ جب دونوں (باپ بیٹے نے) سر تسلیم خم کردیا اور باپ نے بیٹے کو ماتھے (منہ) کے بل لٹادیا (ذبح کرنے کے لئے تیار ہوگئے) اور ہم نے اسے پکارا کہ اے ابراہیم! بس تو نے اپنا خواب سچا کر دکھایا ہے، نیکی کرنے والوں کو ہم یونہی بدلہ دیا کرتے ہیں! بلاشبہ یہ (باپ بیٹے کے لئے) کھلی آزمائش تھی (جس میں وہ دونوں پورے اترے) اور ہم نے ایک بھاری قربانی اس کے فدیہ کے طور پر دی! اور اسے بعد والوں میں ابراہیم علیہ السلام کی یادگار کو زندہ کردیا، تو سلام ہو ابراہیم پر! نیکی کرنے والوں کو تو ہم جزا ایسے ہی دیتے ہیں! وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا اور پھر ہم نے اسے اسحاق علیہ السلام کی بھی بشارت دے دی کہ وہ بھی نبی ہوگا (اور اپنے بھائی اسماعیل علیہ السلام کی طرح) صالحین میں سے ہوگا!،،

ذبیح اللہ کے سلسلے میں یہ آیات قرآنی کوئی شک وابہام نہیں چھوڑتیں مگر برا ہو یہود بنی اسرائیل کے حسد اور بغض کا جنہوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی اولاد (عرب قوم) کی شان کم کرنے کے لئے چھوٹے بھائی اسحاق کو بڑا اور پلوٹھی کا بیٹا بنانے کے لئے تورات میں ایسی تحریف کی ہے کہ عبارات کو بے ربط اور بے معنی بنانے کے باوجود بھی کچھ نہیں بن سکا! سیدنا مسیح علیہ السلام نے یہود کی اس سنگدلانہ تحریف کی خوب خبر لی ہے مگر ان کا اسلوب بیان ایسا بلیغ اور پرمعنی ہے کہ جسے (کوڑ مغز برہمن کی طرح) کوڑ مغز

یہودی بھی (نسلی برتری کے نشے میں مبتلا ہونے کے باعث) نہیں سمجھ پایا، کم سے کم وہ متاثر تو نہیں ہو پایا، اس ضمن میں سیدنا مسیح علیہ السلام نے استعارہ کی زبان میں یوں فرمایا تھا کہ ''کیا تم نے کتاب مقدس میں نہیں دیکھا کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر نکلا!،، بہر حال یہود کے ماننے نہ ماننے سے سیدنا اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام، کا کچھ نہیں بگڑتا! نہ وہ بگاڑ سکے ہیں، نہ بگاڑ سکتے ہیں اور بگاڑ سکیں گے کیونکہ ''والی اللہ ترجع الامور،، (تمام معاملات نے انجام کار تو اللہ تعالی ہی کے سامنے جانا ہوتا ہے) وہی تو قادر مطلق اور وہی تو اٹل منصف ہے!

یہ چشمۂ آب جو زم زم کہلایا دراصل سیدنا ذبیح اللہ علیہ السلام کا پانی ہے جیسا کہ بجا طور پر اسے بعض اسلامی مصادر میں ماء اسماعیل یا آب اسماعیل کہا گیا ہے کیونکہ یہ حقیقت میں حضرت ذبیح اللہ علیہ السلام، کے پاؤں کا صدقہ اور عطیہ خداوندی ہے! شہزادی ہاجرہ، سلام اللہ علیہا، نے تحریف سے دوچار ہونے والی تورات (۲۲) کے مطابق بھی اپنے بیٹے کے لئے مصر سے بیوی لی تھی (یعنی مصر کی شہزادی ہاجرہ زوجہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو جو عظمت اور تقدس نصیب ہوا تھا اس کا تقاضا تھا کہ مصر ہی کے شاہی خاندان میں ان کے فرزند کی شادی ہوتی اور ہوئی۔ جس کا اعتراف تورات نے بھی یہودی محرفین کے ڈر سے ہی سہی دبی زبان میں تو کیا) مگر قبیلہ جرہم کے سردار نے بھی وادی بطحاء کے شہزادہ کو داماد بنانے میں فخر محسوس کیا تھا کیونکہ ا ں کا قبیلہ ماں بیٹے کی اجازت سے چشمہ زمزم سے سیراب ہونے کے لئے بیت اللہ کے جوار میں آباد ہوا تھا مگر بعد میں اسی قبیلہ کے فسادیوں نے شیطان پر سوار ہو کر وادی بطحاء کو میدان جنگ بنا دیا تھا اور اسے زمین کے ساتھ اس طرح ہموار کر دیا تھا کہ ڈھونڈنے والے بدنصیب ٹکریں مار مار کر تھک ہار گئے لیکن زم زم کا چشمہ نہ مل پایا، ایک دوسرے قدیم عربی قبیلہ بنو خزاعہ نے بنو جرہم کو وادی بطحاء سے دھتکار کر یمن کی طرف بھگا دیا مگر پانچ چھ سو سال تک تلاش کے باوجود بنو خزاعہ کے لوگوں کو آب زم زم نہ ملنا تھا نہ ملا یہاں تک کہ اولاد اسماعیل کے ایک تاریخ ساز ہیرو قصی بن کلاب بن مرہ نے خلیل خزاعی کی بیٹی جی سے شادی کر کے قریش مکہ کے لئے وادی بطحاء کو بنو قضاعہ کی مدد سے آزاد کرا لیا تھا مگر قصی کے دور میں زم زم حسب دستور مدفون اور گم گشتہ ہی (۲۳) رہا!

یہ قریش کے سردار مرد عزم ویقین کامل عبد المطلب کے مقدر میں تھا کہ وہ میراث اسماعیل آب زمزم کو اپنے خداداد نور بصیرت سے دریافت کرے اور بیت اللہ شریف کے حجاج کرام کیلئے وقف کر دے! اسی

☆ اذا کان رب البیت بالدف مولعا............فشیمة اهل البیت کلهم رقص ☆

مردعزم ویقین کامل ہی کے گھرانے میں تو یکتائے روزگار عبداللہ نے جنم لیا جوانسان کامل ''عبدہ،، صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دنیا میں تشریف لانے کا وسیلہ جلیلہ ثابت ہوئے۔

تمام کتب سیرت وتاریخ اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت عبدالمطلب بن ہاشم نے تین رات مسلسل خواب میں ایک غیبی اشارہ پایا کہ فلاں جگہ چشمہ زمزم ہے، آپ خلق خدا کے لئے اس نعمت کوازسرنو دریافت کریں، قریش کے لوگوں کوانہوں نے اپنا خواب سنایا مگر وہ گذشتہ تجربات (جواصل میں بڑے تلخ تجربات تھے جن سے اہل مکہ کی نسلیں پانچ چھ سوسال گذرتے رہے اور وہ تلخ گھونٹ پی کر سوگئے تھے) اس لئے سب نے ہنس کر اپنے سردار کی بات کو بھی خواب پریشان جان کر ٹال دیا کہ آپ خود اپنے دست مبارک سے اس تلخ تجربہ سے ایک بار پھر گذرنے کا ثواب حاصل کر لیجئے، ہم میں تو مزید تلخی اٹھانے کی ہمت نہیں ہے! مگر مردعزم ویقین کامل کواس طرح یقین تھا جس طرح انہیں اپنے سعادت مند یکتائے روزگار عبداللہ کے روشن مستقبل پر یقین تھا! مگر اس وقت عبدالمطلب کا بیٹا ابھی تک صرف ایک ہی تھا جس کا نام الحارث تھا، وفادار واطاعت گذار بیٹے نے اپنے باپ کا بھرپور ساتھ دیا، یہی وہ لمحات تھے جب قریش کے مردعزم ویقین کامل کو یہ خیال آیا کہ آج اگر حارث کے کچھ اور بھائی بھی ہوتے تو اس کے لئے مددگار ثابت ہوتے! مردعزم ویقین کامل نے اپنے رب سے دعا مانگی اور یہ عہد کیا کہ اگر اس کے فرزندان وفاشعار اور اطاعت گذار کی تعداد دس بھی ہوجائے تو میں ان سب کو چشمہ زمزم کی کھدائی پر لگادوں گا! نہ صرف لگادوں گا بلکہ اسماعیلی میراث دریافت ہونے پر ان دس میں سے سامی اقوام کے دستور کے مطابق ایک کواللہ تعالی کی خوشنودی کے لئے قربان بھی کردوں گا! (۲۴)

لیکن چشمہ زمزم یا بیر زمزم کی کھدائی اور دریافت کے لئے مردعزم ویقین عبدالمطلب کو دس بیٹوں کی ضرورت ہی نہ رہی بلکہ اپنے بازوئے ہمت اور اپنے اکلوتے پلوٹھی کے بیٹے الحارث کی مدد ہی کفایت کرگئی! خواب میں نشاندہی کردہ جگہ پر کھدائی کرتے ہوئے عبدالمطلب کوایک دن پاٹے ہوئے کنویں کی ایک طے نظر آئی تو مردعزم ویقین کامل نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا جس سے پوری وادی بطحاء گونج اٹھی اور شہر مکہ دنگ رہ گیا! سب لوگ حیرت اور سکتہ کی زد میں آگئے مگر لمحہ بھر کے بعد ہوش میں آئے تو اپنے سردار کی طرف دوڑ پڑے! سب نے کہا: سردار! ہم سب بھی اولاد اسماعیل ہیں! یہ اسماعیلی ورثہ دریافت ہوگیا ہے! اس شرف میں ہمیں بھی شرکت کا موقع دیجئے! ہم بھی آپ کے ساتھ ہیں!

☆اگر زباغ رعیت ملک خوردسیبی .... برآورند غلامان اودرخت ازبیخ

مگر حق گو مردِ عزم و یقین کامل کا صاف جواب تھا::اچھا اب! کچھ پہلے تو تم کچھ اور نہیں کہہ رہے تھے؟ میرے خواب کو خواب پریشان قرار دے کر مجھے اکیلے ہی اس کی تعبیر تلاش کرنے کی تاکیدیں کر رہے تھے نا؟ تم میں سے بعض ہنستے ہوئے میرا تمسخر بھی تو اڑا رہے تھے نا! اب تو یہ میراث خلیل ذبیح دریافت ہو چکی ہے اس کے لئے تو میرے رب نے مجھے ہی مختص فرمایا (ذلک فضل خصصت بہ دونکم)(۲۵)! رہا آپ زمزم تو اس میں تو سب شریک ہیں! پوری انسانیت بلکہ یہ تمام خلق خدا اور دنیا کے گوشے گوشے سے آنے والے حجاج وزائرین اللہ تعالی کے یہ تمام مہمان اس میں شریک ہوں گے!

یوں پانچ چھ صدیاں گم رہنے کے بعد حضرت عبدالمطلب (یکتائے روزگار عبداللہ کے والد اور عبدہ مصطفیٰ ﷺ، کے دادا) کے دست مبارک پر یہ آب زمزم ایک بار پھر سب کی دست رس میں آ گیا! یہ اللہ کی طرف سے بہت بڑا اعزاز اور انعام تھا، جو عبدالمطلب کو نصیب ہوا مگر عبدالمطلب سمیت یہ کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ اس بڑے اعزاز وانعام کے بعد ان سے بھی بڑا امتحان آنے والا ہے! دیکھتے ہی دیکھتے اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ عبدالمطلب کے بیٹوں کی تعداد دس سے بھی متجاوز ہوگئی! اب انہیں اپنی نذر یاد آئی تو مردِ عزم و یقین نے اپنے سب بیٹوں کو بلایا! سب کے سب حاضر ہوگئے! ایک سے ایک کڑیل جوان جن میں قریش کا جوان رعنا اور عبدالمطلب کے گھرانے کا یکتائے روزگار عبداللہ بھی تھے! باپ نے جب ان سے اپنی نذر کا ذکر فرمایا تو سب کے سب یک زبان ہو کر بول اٹھے: اباجان! آپ اپنی نذر اور اللہ تعالی سے کیا ہوا عہد ضرور پورا کیجئے! انتخاب آپ کا! مرضی آپ کی! ہم سب آپ کے حکم کے منتظر ہیں! یہ انتخاب کا فیصلہ بھی ایک بہت بڑی آزمائش تھی لیکن ایک پرعزم اور مدبر اور مردِ عزم و یقین کامل کے لیے یہ مرحلہ بھی کچھ مشکل نہ تھا! باپ نے اپنے سر ذمہ داری لینے کے بجائے یہ معاملہ بھی قدرت خداوندی اور مقدر کے سپرد کر دیا اور فرمایا کہ سب اپنا اپنا نام لکھ دو قرعہ اندازی ہوگی! قرعہ اندازی کا نتیجہ بھی ایک حیرت انگیز عبرت تھی! قرعہ فال عبدالمطلب کے گھرانے کے یکتائے روزگار عبداللہ کے نام نکلا! آزمائش پر آزمائش بھی مردِ عزم و یقین کو متردد و متزلزل نہ کر سکی! عبدالمطلب کو اپنے اس من موہنے نوجوان بیٹے سے بہت محبت تھی اور اس سے کچھ توقعات بھی وابستہ تھیں! اس سے پہلے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام بھی گذر چکے تھے مگر وہ تو اللہ کے اولوالعزم نبی تھے اور یہ تو صرف عبدالمطلب بن ہاشم قریشی تھے!

ہاں لیکن یہ بھی تو یکتائے روزگار عبداللہ کے والد اور رسول اولین وآخرین عبدہ المصطفی ﷺ کے دادا تھے

!انہوں نے بھی تو نجاشی شاہ حبشہ کی طرح احبار یہود اور رہبان نصاریٰ سے نبی منتظر کے متعلق بہت کچھ سن رکھا تھا! لیکن مردان عزم ویقین ڈگمگایا نہیں کرتے! بغیر کسی تردد یا ہچکچاہٹ کے اٹھے اور جان پدر عبداللہ کا ہاتھ پکڑا اور چھری لے کر ذبح کے لئے لٹا دیا! مگر عبداللہ کی بہنیں چلاتی ہوئی آ گئیں! قریش مکہ بھی روکنے کے لئے آگے آ گئے اور سب نے کہا: عبدالمطلب ایسا نہ کیجئے! لوگوں کے لئے ایک مثال بن جائے گی اور کتنے ہی باپ اپنے ہی بیٹوں کی گردنوں پر چھریاں چلانے لگیں گے! مگر سب آپ ہی کو یاد کریں گے!

عبدالمطلب نے فرمایا: اس میں میرا کوئی دخل نہیں! قرعہ فال ہی عبداللہ کے نام نکلا ہے! یہ قدرت خداوندی کا فیصلہ ہے جس پر ہم میں سے کسی کا کوئی زور نہیں ہے!

''عبدالمطلب! فدیہ بھی تو ہو سکتا ہے!،، سب نے بیک وقت متفقہ آواز میں کہا! ''مگر اس فدیہ کا فیصلہ کون کر سکتا ہے؟ قرعہ فال عبداللہ کی نشاندہی کر چکا ہے!،، عبدالمطلب کا جواب تھا!

''یہاں بھی تو قرعہ اندازی ہو سکتی ہے؟!،، کسی کا مشورہ آیا۔ ''ہاں تو پھر دیت کے دس اونٹ دیتا ہوں گ،! چلو اللہ کا نام لو،، عبدالمطلب نے کہا!

دس اونٹ پر بھی عبداللہ ہی کے نام کا قرعہ فال نکلا! عبدالمطلب کے حکم سے دس دس اونٹ بڑھائے جاتے رہے! تعداد جب سو اونٹ پر پہنچی تو قرعہ فال اونٹوں کے نام نکلا! عبدالمطلب ۔، دیت کے سو اونٹ ذبح کرنے کا حکم دیا اور کہا یہ گوشت خلق خدا کے سامنے کھلا چھوڑ دو، ہاں ہم بنی ہاشم میں سے تو کوئی بھی اس میں سے کچھ بھی نہیں لے سکتا! اس طرح دیت کی جو مقدار پہلے دس اونٹ تھی، اب سو اونٹ قرار پائی اور آج بھی دیت کی مقدار یہی ہے!

اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ اللہ رب العزت کی طرف سے تھا اور وہ ''ذبیح اللہ،، قرار پائے تھے! حضرت عبداللہ کے فدیہ کی مقدار بھی قدرت خداوندی نے قرعہ فال کے ذریعہ مقرر کی، اس لئے وہ بھی ''ذبیح اللہ،، ہیں! اس لئے رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمانا بجا اور برحق ہے کہ میں ''ذبیحین،، کا فرزند (۲۶) ہوں! سیرت نگاروں، تاریخ نویسوں اور مفسرین قرآن کی بہت بڑی تعداد نے اس ارشاد نبوی کی صحت پر صاد کیا ہے (۲۷)!

رسول اللہ ﷺ کا موحد اعظم جد الانبیاء ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی اولاد سے ہونا اور محی الحنیفیہ یعنی

سنت ابراہیمی کا احیاء کرنے والا ہونا جہاں ایک مسلم حقیقت ہے وہاں یہ نبوت خاتمہ کے فضائل اور مفاخر میں سے (۲۸) بھی ہے، رہا ابن الذبیحین ہونا تو یہ بھی تاریخی حقیقت ثابتہ ہے یعنی یہ سچ ہے کہ سیدنا اسماعیل بن ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام از روئے قرآن ذبیح اللہ ہیں، یہودی بغض وحسد خواہ کتنا ہی اہلے اور کیسے ہی کھولے، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن حضرت عبداللہ کے لئے ذبیح اللہ کے لقب کے متعلق اگرچہ قطعی نص شرعی (قرآن وحدیث) وارد نہیں ہوئی مگر اس کی تاریخی حقیقت ہونے میں کوئی شک اور شبہ نہیں ہے، اولاد کی قربانی کی نذر ماننا سامی اقوام کی ریت رہی ہے جن میں عرب بدرجہ اولی شامل ہیں، اس لئے حضرت عبدالمطلب کا نذر ماننا اور منت پوری ہونے پر نذر پیش کرنے کا عزم سامی روایت کو جاری رکھنا ہے اور قریش کے مرد عزم ویقین کی بھی یہی شان ہے، یہ الگ بات ہے کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے ذبح کرنے کے لئے ماتھے کے بل مذبح پر لٹا دینا گویا وحی ربانی کی تعمیل تھی، تاہم عالم ملکوت نے فدیہ دے کر اسماعیل کو چھڑا لیا مگر خلیل اللہ کی قربانی کا خواب پورا ہو گیا اور اسماعیل علیہ السلام کا ذبیح اللہ ہونا بھی ثابت ہو گیا، اس کے برعکس حضرت عبدالمطلب نہ تو نبی تھے، نہ انہیں خواب میں حضرت عبداللہ کی قربانی کا اشارہ ہوا تھا بلکہ یہ تو قریش کے مرد عزم ویقین کا اپنا خدا سے عہد تھا، نذر تھی، جب منت پوری ہوگئی تو مرد عزم ویقین نے خنجر لے کر قرعہ فال عبداللہ کے نام کا نکلنے پر بیٹے کو مذبح پر لٹا دیا، مکہ کی خلق خدا نے بالاجماع یہ رائے دی کہ عبدالمطلب! آپ کی نذر پوری ہوگئی، خلیل اللہ کے فرزند کا فدیہ قدرت خداوندی کا کرشمہ تھا، تم اپنے اس یکتائے روزگار فرزند کا فدیہ خود دو! حضرت عبدالمطلب مان گئے اور آخر کار قرعہ فال حضرت عبداللہ کے بجائے سو اونٹوں کے نام کا نکلا! اس پر اگر خلق خدا نے عبداللہ کو بھی ذبیح اللہ کہا تھا تو یہ زبان خلق نقارۂ خدا کے مترادف تھا اور اللہ کے دوست اور قریش کے مرد عزم ویقین کی کرامت تھی! اس لئے یہ مانا کہ نہ تو حضرت عبدالمطلب نبی تھے نہ حضرت عبداللہ اور نہ یہ کوئی وحی خداوندی کی بات تھی، بس بات صرف اتنی سی ہے کہ خلیل اللہ علیہ السلام، کے پوتے (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) نے سنت ابراہیمی کا احیاء کرنا تھا اس لئے ان کے والد اور دادا نے باپ بیٹے کی یاد کو تازہ کر دیا اور یہ ظاہر وباہر ہو گیا کہ والد اور دادا دونوں حنیفیت پر تھے! البتہ یہ یاد رکھنے والی بات ہے کہ فرزند ذبیحین والی بات کو ابوعبداللہ الحاکم، امام سیوطی، علامہ زمخشری علامہ دیار بکری اور ابن الجوزی نے بجا قرار (۲۸) دیا ہے اس لئے ہم بھی اسے درست اور بجا مانتے ہیں!

☆ اذا یئس الانسان طال لسانه..........کسنور مغلوب یصول علی الکلب ☆

بنوامیہ کے وہ حکمران جو صبح کی نماز میں اپنی جگہ امامت کے لئے اپنی محبوبہ لونڈی کو اپنی پوشاک پہنا کر بھیجنے سے بھی نہیں جھجکتے (۲۹) تھے، جو بنو ہاشم کے فضائل کو کیا مانتے انہوں نے تو مساجد میں برسرمنبر حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم کو برا بھلا کہنے (والعیاذ باللہ!) کے مستقل احکام بھی صادر کرر کھے تھے، جو بنو ہاشم کے بزرگوں سے ''متعدد منافرات،، کے معرکوں میں بارہا شکست کھانے کے باوجود بھی ان کے عزوشرف کو ماننے (۳۰) کے لئے تیار نہ تھے وہ بھلا حضرت عبدالمطلب الہاشمی کی اس انفرادیت کو کیسے تسلیم کر سکتے تھے کہ آب زم زم کو دوبارہ دریافت کرنے کا شرف بھی قریش کے مردعزم ویقین ہی کو نصیب ہو گیا ہے۔ جناب ابوسفیان نے تو فتح مکہ کے موقع پر مؤلفۃ القلوب میں شمولیت سے پہلے یہ اعلان (۳۱) فرمایا تھا کہ ہم نے بنو ہاشم کی سقایت (حاجیوں کو پانی پلانا)، رفادت (بیت اللہ کے زائرین کو کھانا کھلانا) اور سفارت کے حق کو مان لیا ہے مگر اب (معاذ اللہ!) بنو ہاشم (رسول ہاشمی ﷺ) کی نبوت کو نہیں مانیں گے۔ اگر خدانخواستہ حضرت عبدالمطلب کو آب زمزم دوبارہ دریافت کرنے کا منفرد اعزاز واقعی حاصل نہ وا ہوتا تو بنوامیہ بنو ہاشم کے اس دعوی پر وادی بطحاء میں ایک ہنگامہ نہ کھڑا کر دیتے۔ دوبارہ دریافت کے اس منفرد اعزاز پر بنوامیہ کا خاموش رہنا ہی اس ہاشمی دعوی پر سب سے بڑی اور نا قابل شکست دلیل ہے!

سوا گر یہ تاریخی حقیقت ہے کہ بنو جرہم اور بنو خزاعہ کے ہولناک تصادم اور جنگ وجدال کے نتیجہ میں وادی بطحا تباہ و برباد ہوئی تھی اور انسانیت دشمن شیطانی ذہنوں نے چاہ زمزم کو گندمند سے پر کر کے ہمرنگ زمین کر دیا تھا جسے صدیوں تک قریش مکہ دوبارہ دریافت کرنے کے لئے جتن کرتے رہے تھے مگر اس میں بار بار ناکام ہوتے رہے حتی کہ ''صدر جمہوریہ مکہ مکرمہ،، جناب قصی بن کلاب (۳۲) کی مساعی بھی ناکامی سے دوچار ہوئیں! اپنے خواب کی تعبیر کے لئے حضرت عبدالمطلب کا ساتھ دینے کے بجائے الٹا قریش کا ان کا مذاق اڑانا اور تمسخر اڑانا اور پھر صرف اپنے اکلوتے بیٹے الحارث کی مدد سے عبدالمطلب کا چاہ زمزم دریافت کرنے میں کامیاب ہونے پر قبائل قریش کو اس اعزاز میں شریک کرنے سے انکار کرنا اور اس پر بھی سب کا سر جھکا دینا حضرت عبدالمطلب کے دعوے کی ایک اور نا قابل انکار، نا قابل شکست اور روشن ترین دلیل ہے!

اگر زم زم دوبارہ دریافت ہونے پر بنوامیہ کی خاموشی ایک مسلم تاریخی حقیقت ہے اور تمام قبائل قریش

کو اس شرف میں شریک کرنے سے حضرت عبدالمطلب کا انکار پھر اس انکار پر سب کا شرمندگی سے سر جھکا لینا ایک حقیقت ہے تو پھر قریش کے مرد عزم ویقین کی دس بیٹوں کی تمنا اور ایک کو رضائے الٰہی کی خاطر قربان کر دینے کی نذر ماننا بھی ایک مسلم حقیقت ہی ہے اور حضرت عبداللہ، سلام اللہ علیہ۔ کا فدیہ سو اونٹ بھی ایک مسلم حقیقت ہے اور خلق خدا کا انہیں ''ذبیح اللہ،، کے لقب سے نوازنا بھی ایک حقیقت ہے تو پھر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا فرزند ذبیحین ہونے کے دعوے میں کیا شک رہ جاتا ہے۔ ایک صحابی رسول کا یہ کہنا کہ ''یاابن الذبیحین،، (اے ذبیحین کے فرزند!) اور اس پر رسول اللہ ﷺ کا مسکرا دینا اسے تقریری حدیث کے درجہ میں نہیں پہنچا دیتا! جب کہ اس واقعہ کے عینی شاہد اور راوی بھی ایک کاتب وحی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

اگر ہمارے متاخر دور کے اسلاف معتبر اور ثقہ محدثین جیسے ابوعبداللہ الحاکم صاحب المستدرک علی الصحیحین، امام ابن الجوزی اور امام سیوطی، رحمہم اللہ اس واقعہ کی روایت وتصدیق نہ فرماتے تو اسے ماننا نہ ماننا جائز ہوتا مگر اب تو یہ واقعہ بھی شرف واعزاز مصطفی ﷺ کے عجائبات میں شامل ہو چکا ہے اور اس کا انکار الحاد کے زمرے میں آتا ہے، اسے ثابت کرنے کی توفیق ہمارے لئے اللہ رب العزت کا خصوصی فضل وکرم ہے! ہم فرزند ذبیحین والی بات کو ایک ایسی حقیقت ثابتہ مانتے ہیں جو ہمارا ایمان ہے، یہ اب صرف تاریخی حقیقت ہی نہیں رہی بلکہ شرعی سچائی بھی بن چکی ہے!

حواشی وحوالہ جات

(۱) تاریخ الخمیس ۱/۱۸۳، الوفا ص ۲۷۵، ابتدائی دور کے مؤرخین اور سیرت نگار ''ابن الذبیحین کی بات کو پس پشت ڈالتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں بالکل جیسے مکی عہد سیرت میں دار ارقم کو بھی اکثر لوگوں نے سرسری سی اہمیت دی ہے حالانکہ ابن سعد، طبری اور ابن الاثیر جیسے ثقہ مؤرخ وسیرت نگار ''دار ارقم،، کو ''دار الاسلام،، لکھتے ہیں جو مشرکین کے دار الندوہ کے مقابلے میں آنحضرت ﷺ کی تبلیغی اور اصلاحی سرگرمیوں کا محور ومرکز تھا بلکہ اکثر مؤرخ تو اسے عام الفیل کی طرح دار ارقم میں نبی رحمت کے نزول کو بھی نقطہ تاریخ یا کیلنڈر کے طور پر ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں واقعہ آپ کے دار ارقم میں فروکش ہونے

کے بعد کا ہے یا پہلے کا ہے،اسی طرح حضرت نجاشیؓ کو بھی ابتدائی دور کے لوگوں نے محض سرسری سا تاریخی واقعہ سمجھا ہے! بہرحال مکی عہد سیرت کے بے شمار پہلو فراموشی اور غفلت کی زد میں رہے ہیں،انہی میں سے ایک ابن الذبیحین والی بات بھی ہے ،بھلا ہو متاخر دور کے ثقہ محدثین ،مفسرین اور مؤرخین کا جنہوں نے اس بات کو پوری اہمیت دی اور ہمارے لئے نہایت قیمتی سرمایہ معلومات مہیا کر گئے جن میں سے امام ابوعبداللہ الحاکم صاحب المستدرک علی الصحیحین ،ابن الجوزی ،امام شوکانی ،سیوطی،صاحب کنز العمال،اور امام سہیلی خصوصی ذکر اور ہمارے شکر کے مستحق ہیں!

(۲)جمہرۃ ص۱۴۔۱۵،طبقات ا/۶۷۔۸۷،تاریخ الخمیس ا/۱۸۶۔

(۳)قرآن کریم۳۷/۱۰۱۔۱۱۳۔

(۴)تاریخ الخمیس ا/۱۸۲۔۱۸۷۔

(۵)طبری۲/۱۸۷۔۲۰۱،الکامل۲/۱۲۵۔۱۴۹۔

(۶)تاریخ الخمیس ا/۱۸۲۔۱۸۳،ابن ہشام ا/۱۰۳،الرض ا/۱۰۳،طبقات ا/۱۶۷۔

(۷)قرآن کریم۲۲/۲۵۔۲۷۔

(۸)کتاب مقدس ص۲۱۶،عبدالستار غوری: ذبیح کون ہے۔

(۹)تاریخ الخمیس ا/۱۸۶۔

(۱۰)قرآن کریم۳۷/۱۰۱۔۱۱۳۔

(۱۱)کتاب مقدس ص۱۶۔۱۸۔ (۱۲)ایضا۔ (۱۳)ایضا (۱۴)ایضا

(۱۵)قصص القرآن۲/۲۱۷۔

(۱۶)قرآن کریم۱۴/۳۵۔۴۱،کتاب مقدس ص۱۶۔۲۱،روح المعانی ۱۲/۲۷۵۔

(۱۷)ایضا۔

(۱۸)روح المعانی۱۲/۲۷۶۔۶۷۷۔

(۱۹)قصص القرآن۲/۲۱۶،روح المعانی ا/۲۷۶۔

(۲۰)قرآن کریم۲۲/۲۷۔۳۲۔

(۲۱)ایضا۳۷/۱۰۱۔۱۱۲۔

(۲۲) کتاب مقدس (اردو ترجمہ) ص ۲۱۔۲۲۔

(۲۳) ابن ہشام ۱/۱۰۳، الروض ۱/۱۰۳، طبقات ۱/۶۷۔۸۷، تاریخ الخمیس ۱/۱۸۲۔۱۸۳

(۲۴) ایضا۔ (۲۵) ایضا۔ (۲۶) ایضا۔ (۲۷) ایضا۔

(۲۸) تاریخ الخمیس ۱/۱۸۲۔۱۸۴، الوفاص ۲۷۳۔

(۲۹) الاغانی ۱۰/۲۱۶۔

(۳۰) طبقات ۱/۶۶۔۸۸۔

(۳۱) ایضا، محاضرات ۱/۴۸۶

(۳۲) ڈاکٹر محمد حمید اللہ: مکہ مکرمہ کی اولین شہری حکومت۔

☆☆☆

کس نیاموخت علم تیر از من ☆☆☆ کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد

القسم العربي

مجلة الفقة الاسلامی

تصدر من

اكاديمية الفقة الاسلامي المعاصر

ص ب ١٧٧٧٧ گلش اقبال

كراتشي باكستان

رئیس التحریر

الاستاذ الدکتور / نوراحمد شاہتاز

......☆......

مساعد رئیس التحریر

الاستاذ غلام نصیرالدین نصیر   الدکتور محمد صحبت خان

فهرس الموضوعات

مع مصطلح الفطرة ٧٠